تبصرے

عربی کا نعتیہ کلام، از ڈاکٹر عبداللہ عباسی ندوی، تقطیع متوسط، ضخامت ۱۹۶ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد -/15 روپے، پتہ: مکتبۂ اسلام، نمبر ۳۷، گوئن روڈ لکھنؤ۔

اس کتاب میں عربی میں نعت گوئی کی تاریخ اور اس کے سرمایہ کا مختصر جائزہ لینے کے بعد عربی کے مشہور نعت گو شاعروں اور ان کے نعتیہ کلام کا تعارف کرایا گیا ہے۔ نعتوں کے منتخب اشعار اردو ترجموں کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ فاضل مؤلف عربی اور اردو دونوں زبانوں کے مسلم ادیب ہونے کے علاوہ ایک سربرآوردہ خاندان صوفیاء کے چشم وچراغ ہیں اس لیے اس موضوع پر لکھنے کا حق ان سے زیادہ کسی اور کو کیا ہو سکتا تھا۔ عربی میں کعب بن زہیر کا قصیدہ بردہ جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے اور شیخ بوصیری کا قصیدہ بردہ نعت گوئی کے تمام سرمایہ میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح حضرت حسان بن ثابت جن کا دیوان یورپ میں طبع ہو گیا ہے، دربار نبوی کے مشہور شاعر ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان تینوں شاعروں کو اپنے کلام کی پذیرائی ومقبولیت کی سند خود بارگاہ قدس نبوی سے عطا ہوئی ہے اس بنا پر فاضل مؤلف نے ان تینوں حضرات اور ان کی نعتوں کا تاریخی ادبی اور تنقیدی حیثیت سے مفصل جائزہ لیا ہے جو عربی زبان وادب کے طلباء کے لیے بہت

مفید ہوگا، ایک عام خیال یہ ہے کہ فارسی اور اردو کی نعتوں میں جو جوش و خروش اور زورِ بیان و کلام ہے وہ عربی نعتوں میں نہیں ہے اور خود مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے فاضلانہ مقدمہ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے (ص۔ ۱۱) پھر جہاں تک عربی نعتوں کا تعلق ہے ان میں بھی فاضل مؤلف کے لفظوں میں یہ فرق ہے کہ "بظاہر صحابۂ کرام کے کلام میں اتنا جوش و خروش نہیں ہے جو بعد کے لوگوں میں دیکھا جاتا ہے" اب سوال یہ ہے کہ یہ بہت عجیب و غریب بات ہے اور ایسا کیوں ہے؟ ڈاکٹر عبداللہ عباسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: "لیکن یہ بات آپ کو اس وقت بے حقیقت نظر آئے گی جب آپ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں یہ دیکھیں گے کہ صحابۂ کرام نے اپنی دلسوزی اور فنائیت کا اظہار عمل سے کیا تھا، بعد کے لوگوں نے اپنے قول سے کیا" (ص ۹۹) اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ صحابۂ کرام کی والہانہ عشق و محبت اور مجنونانہ فریفتگی و وارفتگی کے چند نمایاں واقعات کا ذکر کر کے لکھا ہے: عصر اول میں جو نعتیں کہی گئیں وہ ایک اہم ضرورت اور دین کی نصرت کے لیے وقت اور ماحول کے پیش نظر ایک فرض دینی سمجھ کر لکھی گئی تھیں، ان کا مقصد بھی قصیدہ خوانی برائے اظہار تعلق نہ تھا۔ آخری صدیوں میں جب مسلمانوں کا انحطاط اس درجہ پہنچ گیا کہ اہل تعلق کے سامنے نہ جہاد کی مصروفیت رہی اور نہ کتاب و سنت کی قابل ذکر خدمت کا کام رہ گیا تو ان کے جذبۂ اظہار حب نبوی کا ذریعہ صرف شعر رہ گیا" (ص ۱۰۲) ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس فرق کی بنیادی وجہیں دو ہیں: ایک وجہ تو وہ فرق ہے جو عربی شاعری اور عجمی شاعری میں ہے، عرب شاعر حقیقت پسند ہوتا ہے، وہ اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرتا ہے کہ اس کے دلی تاثرات پیکر محسوسات میں چلتے پھرتے نظر آنے لگتے ہیں اور درحقیقت یہی اس کا شاعرانہ کمال ہے، وہ کسی کی مدح یا عشق و محبت کی کیفیات کے اظہار میں اغراق (جو مبالغہ کی انتہائی قسم ہے) سے کام لے کر کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو ان ہونی ہو اور جو وہم و گمان سے بھی ماوراء ہو، عرب شاعری کا یہی وہ وصف

ہے جو اس میں تاثیر کا ضامن ہے، اس کے برخلاف عجمی شاعری میں حد سے زیادہ مبالغہ ہوتا ہے اور اس میں زمین آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ ایسے اشعار سے ذہنی التذاذ تو حاصل ہو سکتا ہے لیکن قلب پر تیر و نشتر کا کام نہیں کر سکتے، عربی شاعری بنی امیہ کے دور تک اپنے اصل رنگ و روپ میں رہی، لیکن عہد بنی عباس میں ایرانیوں کے ساتھ حد سے زیادہ خلط ملط کے باعث عربی شاعری پر ایرانی اثرات کا غلبہ ہونے لگا اور رفتہ رفتہ ازکار مبالغہ آرائی نے اس کا حقیقی رنگ بگاڑ دیا۔ اس کی بہترین مثال متنبی کا دیوان ہے جو عاشق کی لاغری کو بیان کرتا ہے تو کہتا ہے:

وَلَوْ قَلَمٌ اُلْقِيْتُ فِيْ شَقِّ رَأْسِهِ مِنَ السُّقْمِ مَا غَيَّرْتُ مِنْ خَطِّ كَاتِبِ

یعنی میں اس درجہ لاغر ہو گیا ہوں کہ اگر مجھکو قلم کے سر کے شگاف میں رکھ دیا جائے تو لکھنے والے کی تحریر میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوگا۔ بس یہی فرق صحابۂ کرام کی نعتوں اور بعد کے عربی شاعروں کی نعتوں میں ہے، صحابۂ کرام اصل عربی شاعری کے مزاج اور اس کی طبیعت کے حامل اور پاسدار تھے اور بعد کے شاعروں پر ایرانی اور عجمی رنگ غالب تھا۔ ایک کا رنگ اصلی اور حقیقی تھا اور دوسرا رنگ مصنوعی اور بناوٹی۔ مولانا شبلی نے اپنے مقالہ "شعر العرب" میں تقابلی اشعار نقل کر کے عربی اور عجمی شاعری کے اس بنیادی فرق کو نہایت مفصل طور پر واضح کیا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات کے پیکر تھے، انھیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ الثَّرْثَارُوْنَ، الْمُتَفَيْهِقُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ۔"

ترجمہ: میرے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو چرب زبان ہیں۔ بڑھ بڑھ کے باتیں کرتے ہیں اور باچھیں اور نتھنے پھلا پھلا کر کلام کرتے ہیں، اس بنا پر جو عشق صحابۂ کرام کو حضورؐ کے ساتھ تھا وہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اپنی محبت اور عشق کے اظہار میں وہ توازن، اعتدال و احتیاط کا سررشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے،

ان کو یقین تھا کہ حضورؐ کی تعریف قرآن سے زیادہ نہیں ہوسکتی اس لیے اپنی نعتوں کو قرآن کے مضامین تک محدود رکھتے تھے، کعب بن زہیر نے جب حضورؐ کی مدح میں یہ شعر پڑھا

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ   وَصَارِمٌ مِّنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: "حضورؐ بے شبہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ ایک بہترین کشیدہ تلوار ہیں" تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک اتار کر کعب بن زہیر کو ہبہ فرمادی۔ ایک شعر کی داد اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے، لیکن غور کیجیے، اس شعر میں شاعر نے جو کچھ کہا ہے اس میں ذرا مبالغہ نہیں ہے اور قرآن میں جو کچھ حضورؐ کی نسبت فرمایا گیا ہے شاعر نے سرمو اس سے تجاوز نہیں کیا ہے، اس بنا پر اس شعر میں صداقت بھی ہے اور خلوص بھی اور قلب پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے لیکن بعد کے دور میں جب مبالغہ آرائی شاعری کا عام چلن ہوگئی تو رفتہ رفتہ عالم یہ ہوگیا کہ کسی پیر فقیر کی مدح لکھنے پر آئے تو اسے پیغمبر سے بڑھا دیا اور پیغمبر کی مدح سرائی شروع کی تو اسے عرش پر خدا کا ہمنشین بنادیا۔ ایسی شاعری لذتِ کام و دہن کا سامان تو کرسکتی ہے دلوں میں آگ نہیں لگاسکتی ہزار اس قسم کے اشعار پڑھیے جن میں احمد اور احد میں صرف ایک میم کا پردہ حائل بتایا گیا ہے۔ دل پر ان کا اثر خاک نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!" پڑھیے تو احساس وشعور کے تار مرتعش ہوجاتے ہیں۔ (س)

سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ): تین جلدیں اردو میں: قیمت مجلد ۱۱۵/- غیر مجلد ۹۵/- : سیرت پاک پر عظیم تالیف: ہندوستان میں پہلی بار آفسٹ پر طبع کرائی گئی ہے۔ ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین: منیجر مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی ۶